ایک دعا اور ایک درود کے بارے میں چند معروضات

جناب مولانا محمد برہان الدین صاحب سنبھلی مدرس مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی

(۲)

"دعا میں فقہی نقطۂ نظر سے بحث"

ويكره ان يقول الرجل في دعائه اسألك بمعقد العز من عرشك وللمسألة عبارتان هذه ومقعد العز ولا ريب في كراهية الثانية لانه من القعود وكذا الاولى لانه يوهم تعلق عزه بالعرش وهو محدث والله تعالى بجميع صفاته قديم[1]

مکروہ ہے یہ کہنا کہ اے اللہ تعالیٰ "تجھ سے سوال کرتا ہوں بواسطہ تیرے عرش کے کہ تیری عزت اس کے ساتھ وابستہ ہے" مسئلہ کی عبارتیں دو ہیں ایک تو یہی (معقد جس میں ع مقدم ہے ق پر) دوسری مقعد (جس میں ق، ع پر مقدم ہے) دوسری صورت کے مکروہ ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں اس لئے کہ وہ قعود سے مشتق ہے۔ (جس کے معنے بیٹھنے کی جگہ ہوتے) اس طرح پہلی صورت (بھی مکروہ ہے) کیونکہ اس سے خدائے تعالیٰ کی عزت کے عرش سے وابستہ ہونے کا وہم پیدا ہوتا ہے۔ حالاں کہ عرش تو پیدا شدہ ہے اور خدائے تعالیٰ ہمیشہ سے ہے (عزت باری کو اگر عرش سے وابستہ مانا جائے تو لازم آئے گا کہ خدا کی عزت عرش کے وجود سے پہلے نہ تھی! والعیاذ باللہ)

صاحب کتاب نے مسئلہ اور اس کی دلیل ذکر کرنے کے بعد امام ابو یوسف اور فقیہ ابو اللیث کا اختلاف اور ان حضرات کی دلیل بیان کی۔ اس کے بعد ان دونوں کی دلیل (حدیث) کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

ولكنا نقول هذا خبر الواحد وكان الاحتياط في الامتناع[2] لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث

[1] و [2] دیکھو ہدایہ اخیرین ص ۴۰۲ مطبوعہ مطبع مجیدی کانپور۔

خبر واحد سے (ع) اور احتیاط اس سے بچنے ہی میں ہے۔ ہدایہ کی مذکورہ عبارت کی شرح اس کے مشہور شارح علامہ بدرالدین عینیؒ نے بنایۃ میں ان الفاظ سے کی ہے:-

اراد ان الاحتیاط واجب فی ھذا لما فیہ من الایھام ولا یلزم الحکم فی مثل ھذا بخبر الواحد وکذا انص علیہ فی جامع قاضی خان والمحبوبی والقرتاشی[1]

صاحب ہدایہ کا مطلب ہے کہ احتیاط واجب ہے۔ اس بارے میں یوں کہ اس میں ایہام ہے [illegible] حرمت کے وش سے وابستہ ہونے کا) ایسے احکام خبر واحد سے ثابت نہیں ہوتے۔ اور جامع قاضی خان، محبوبی و قرتاشی میں بھی ایسی ہی صراحت کی گئی ہے۔

صاحب ہدایۃ کے الفاظ "یکرہ" (مکروہ ہے) اور "وکان الاحتیاط فی الامتناع" (احتیاط اس سے بچنے ہی میں ہے) سے بظاہر اس کا امکان تھا کہ (فقہا کی اصطلاحات سے ناواقف لوگ) کہیں ان الفاظ سے غلط فہمی میں مبتلا ہو کر ممانعت کو معمولی درجہ کا نہ سمجھنے لگیں اور اس کو زیادہ اہمیت نہ دیں۔ اس لئے علامہ عینیؒ نے یہ غلط فہمی بھی دور کردی اور صراحت کردی کہ یہ احتیاط واجب ہے۔ مزید برآں یہ کہ خود صاحب ہدایۃ نے ہدایہ کی کتاب الکراھیۃ کے شروع میں ہی واضح کردیا ہے کہ والمروی عن محمد نصّاً ان کل مکروہ حرام[2] (بدائع وغیرہ میں بھی یہ صراحت موجود ہے) یعنی امام محمد سے صراحت کے ساتھ روایت کی گئی ہے کہ ہر مکروہ حرام ہے)۔ پس یہاں احتیاطاً ہی لفظ کراہت کا اطلاق کیا گیا ہے ورنہ مراد حرمت ہی ہے ہدایہ میں خط کشیدہ عبارت امام محمد کی کتاب جامع صغیر ہی سے ماخوذ ہے جیسا کہ بنایہ میں السطور میں ظاہر کردیا گیا ہے۔ لہٰذا اس کا مقتضا بھی یہی ہوا کہ اس سے بچنا ضروری ہے۔ ہدایہ کے

---

[1] بنایہ شرح ہدایۃ العینی ص ۲۸۹ ج ۴ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ

[2] ہدایہ آخرین ص ۴۰۲ [3] بدائع میں یہ مضمون اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ "[illegible] حرمتہ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] مکروھا" [4] بدائع ص [illegible]

علاوہ محقق کی ایک دوسری عظیم الشان کتاب " بدائع الصنائع " میں بھی یہی حکم بیان کیا گیا اس میں اس حکم کی دلیل زیادہ سلجھے ہوئے انداز میں ذکر کی گئی ہے۔ اصل مسئلہ اور اس کے اندر موجود اختلاف فریق مخالف کی دلیل اور اس کا جواب ذکر کرنے کے بعد مسئلہ پر دلیل اس طرح قائم کرتے ہیں۔

(وجہ) ظاهر الرواية ان ظاهر هذا اللفظ يوهم التشبيه لان العرش خلق من خلائق الله تبارك وتعالى جل وعلا فاستحال ان يكون عز الله تبارك وتعالى معقودا به وظاهر الخبر الذى هو فى حد الآحاد اذا كان موهما للتشبيه فالكف عن العمل به اسلم

ظاہر الروایۃ (جامع صغیر میں بیان کردہ مسئلہ یعنی دعائے مذکور کے مکروہ ہونے) کی وجہ یہ ہے کہ یہ لفظ " معقد العز من عرشک " تشبیہ کا وہم پیدا کرتا ہے۔ کہ خدائے تعالیٰ کی عزت بھی مخلوق کی طرح کسی چیز سے وابستہ ہے۔ کیونکہ عرش اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ چیزوں میں سے ہی ایک چیز ہے۔ اس لئے یہ ناممکن ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عزت اس کے ساتھ وابستہ ہو اور ظاہر خبر (جس میں اس دعا کا ذکر ہے) آحاد کے قبیل سے ہے (جس کے بارے میں حکم یہ ہے کہ) وہ جب تشبیہ کا وہم پیدا کرنے لگے تو اس پر عمل کرنے سے باز رہنے ہی میں (خدا کی پکڑ سے حفاظت اور اسی میں) سلامتی ہے۔

مسئلہ کی تقویت کا ایک پہلو ارباب فتویٰ کے اس مسلم اصول سے بھی نکلتا ہے کہ جب امام ابوحنیفہ اور ان کے تلامیذ کے درمیان کسی مسئلہ پر اختلاف ہو اور ایک ممتاز شاگرد بھی امام کے ساتھ ہو تو تب (اکثر مسائل میں) امام صاحب کے ہی قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے[1]۔ ظاہر ہے کہ یہاں امام محمدؒ اور امام اعظم ابوحنیفہؒ متفق الرائے ہیں مزید یہ کہ ظاہر الروایۃ

---

[1] [illegible] مطبوعہ مطبع مجتبائی [illegible] در مختار [illegible] میں [illegible] امام صاحب ہی کے قول پر فتویٰ دیا جانا بیان کیا گیا ہے [illegible] امام صاحب [illegible] کے لئے دیکھئے رد المختار ص ۲۰۲ ج ۱ مطبوعہ مصر

کے مسائل میں سے ہے جیسا کہ ہدایہ کی مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہوا۔ بنابریں یہی فتویٰ یہاں اسی پر ہونا چاہیئے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں اس دعا کا یہی حکم بیان کیا گیا ہے والاحوط الامتناع لکونہ خبر واحد فیما یخالف القطعی[1] فقہاء کا یہ انداز بھی قابل غور ہے کہ ان سب کے اقوال میں، خصوصاً "عالمگیری" میں مسئلہ کا جواب دیتے ہوئے اصولی انداز اختیار کیا گیا ہے جس سے ایسی تمام موہم دعاؤں وغیرہا کے بارے میں راہ نمائی ہوتی ہے۔ اس بارے میں سب سے زیادہ صاف اور واضح کلام "درمختار" اور اس کی بے نظیر شرح "ردالمحتار" میں کیا گیا ہے۔ درمختار میں ہے :-

والاحوط الامتناع لکونہ خبر واحد فیما یخالف القطعی اذ المتشابہ انما یثبت بالقطعی[2]۔ درمختار کی مذکورہ عبارت کی شرح علامہ ابن عابدین شامیؒ نے تقریباً ایک صفحہ میں کی ہے پوری عبارت کا نقل کرنا تطویل کا باعث ہوگا اس لئے جستہ جستہ اقتباسات پیش کرنے پر ہی اکتفاء کیا جاتا ہے، علامہ شامی فرماتے ہیں :-

ان مجرد ایہام المعنی المحال کاف فی المنع عن التلفظ بھذا الکلام وان احتمل معنی صحیحا ولذا علل المشائخ بقولہم لانہ یوھم[3] الخ آگے چل کر علامہ موصوف تنبیہ کا عنوان قائم فرما کر لکھتے ہیں :-

لینظر فی انہ یقال مثل ذلک فی نحو ما یؤثر من الصلوات مثل اللّٰھم صل علی محمد عدد علمک وحلمک ومنتھی رحمتک وعدد کلماتک التی لا تنفد وعدد کمال اللّٰہ ونحو ذلک فانہ یوھم[4]۔ فقہاءؒ کے کلام کا خلاصہ یہی ہوا کہ جو بھی ایسی عبادت ہو۔ دعا۔ یا درود کہ جس میں نصوص قطعیہ سے ٹکراؤ اور خداوند تعالیٰ کی صفات سے تعارض لازم آتا ہو اسے ہرگز نہ پڑھنا چاہیئے۔ چاہے اس دعاء کا ثبوت کسی حدیث (خبر واحد) سے ہی کیوں نہ ہو۔ اس مسئلہ کا مذکورہ بالا فیصلہ اس تقدیر پر ہے کہ حدیث کو صحیح و ثابت مان لیا جائے۔ اگر

---

[1] عالمگیری ص ۲۱۰ ج ۵ مطبوعہ مصر۔ [2] و [3] و [4] ردالمحتار مطبوعہ مصر ص ۲۸۰ ج ۵

حدیث ہی ثابت نہ ہو تو مسئلہ کی نزاکت اور حرمت کی عظمت کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔ فقہائے کرام رحمہم اللہ کے ذکر کردہ اقوال اور ان کے کلام پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی نظر اس حدیث کے سقم و ضعف پر کم سے کم اس وقت نہیں تھی۔ ورنہ وہ اس ..... طرف ضرور اشارہ کرتے اور ان کے جوابات میں یہ معذرت خواہانہ طرز نہ ہوتا جو انھوں نے یہاں اختیار کیا۔ اس قسم کی گفتگو علامہ عینی رحمہ اللہ کے طنز آمیز تعجب کے اظہار سے ہوتی ہے۔ علامہ عینیؒ کے الفاظ یہ ہیں :-

والعجب العجائب (کذا) من شراح الهداية وهم ائمة اجلاء كيف يغضون ابصارهم ويمرون فی مثل هذا الموضع[1]۔ فتح القدیر کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر ابن الہمامؒ "صاحب الفتح" کی حیات مستعار باقی رہتی اور وہ ہدایہ کے اس مقام کی شرح کر سکتے تو شاید علامہ عینیؒ کے لئے طنز و تعجب کے اظہار کا موقع نہیں رہتا۔ واللہ یفعل ما یرید۔

اس روایت پر کلام | مگر اس کی تلافی علامہ عینیؒ نے خود ہی کر دی چنانچہ وہ اس روایت کے ضعف بلکہ موضوع ہونے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

رواه ابن الجوزی فی کتاب الموضوعات ..... وقال ابن الجوزی هذا الحدیث موضوع بلا شك .... وفی اسناده عمر بن هارون قال ابن معین فیه كذاب وقال ابن حبان یروی عن الثقات المعضلات ویدعی شیوخا لم یرهم الخ[2] ممکن ہے یہ کہا جائے کہ ابن الجوزیؒ متشدد ہیں (ان کے تشدد کا گلہ حافظ ابن حجر نے بجا طور پر کیا ہے) اس حدیث کو موضوع انھوں نے ہی قرار دیا ہے۔ ان کے تشدد کو ملحوظ رکھتے ہوئے ضروری نہیں کہ یہ حدیث موضوع ہی ہو۔ لیکن یہ امکان اس وقت ہوتا جب ابن الجوزی اس فیصلہ میں تنہا ہوتے حالانکہ یہاں ابن الجوزی تنہا نہیں ہیں بلکہ علامہ عینیؒ جیسے محقق۔ جو حدیث کی صحیح بخاری جیسی کتاب کے بھی شارح ہیں۔ ان کی تائید کر رہے ہیں۔ نیز حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے عمر بن ہارون پر سخت جرح کی ہے ان کی کتاب میں تقریباً پانچ صفحات پر اس کا ترجمہ پھیلا ہوا ہے

[1] بنایہ للعینی ص ۲۸۰ ج ۴ [2] بنایۃ للعینی ص ۲۷۸ ج ۴

جس کے کچھ اقتباسات یہاں نقل کئے جاتے ہیں :-

قال ابن سعید کتب الناس عنه کتابا کبیرا و ترکوا حدیثه ..... قال البخاری (رحمہ اللہ) تکلم فیه یحیی بن معین ...... وقال ابن ابی حاتم الرازی سمعت یحیی بن معین یقول عمر بن ہارون کذاب ..... تکلم فیه ابن المبارك ..... نخسه ابن المبارك نخسة[1] - ان حقائق کے ہوتے ہوئے ابن جوزیؒ کی رائے کو تشدد پر مبنی نہیں کہا جا سکتا - بدیں وجوہ محقق عینیؒ[2] نے ٹھیک ہی فیصلہ کیا ہے کہ "وهذا لم یثبت عن النبی لا باسناد صحیح ولا باسناد ضعیف"[3] یعنی یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہی نہیں ہے نہ سند صحیح سے اور نہ سند ضعیف سے -

"ایک درود"

"ایک دعاء" کی حقیقت سے باخبر ہونے کے بعد اب "ایک درود" کے بارے میں بھی کچھ عرض کرنا ہے "حزب الاعظم" کی منزل ہفتم (ص ۱۱۰ مطبوعہ تاج کمپنی لاہور) میں ایک درود کے الفاظ یہ ہیں :-

اللهم صل علی محمد حتی لا یبقی من صلوتك شیئ، وبارك علی محمد حتی لا یبقی من برکاتك شیئ، وسلم علی محمد حتی لا یبقی من السلام شیئ، وارحم محمدا حتی لا یبقی من رحمتك شیئ

یعنی اے اللہ محمدؐ پر اتنا درود بھیج کہ تیرے خزانہ میں درود باقی نہ رہے، اور برکتیں محمدؐ پر اتنی نازل فرما کہ تیرے پاس برکتیں باقی نہ رہیں، اور سلامتی اتنی عطا کر کہ تیرے پاس سلامتی قطعاً باقی نہ رہے، اور رحمتیں اتنی نازل کر یہاں تک کہ تیرے پاس بالکل رحمت باقی نہ رہے -

اس درود پر بحث فقہی نقطہ نظر سے

فقہاء کے بیان کردہ اصول جن کا ذکر تفصیل سے دعاء کے ضمن میں آچکا ہے ان کی بنا پر اس درود کے پڑھنے کا وہی حکم ہونا چاہئے جو مذکورہ بالا دعا کا ہے کیونکہ اس درود کے الفاظ "حتی لا یبقی من رحمتك شیئ" وغیرہ میں تعقرن

لہ تہذیب التہذیب ص ۱۰۰ ج ۲ ۵۰۲ تہ بنایہ ص ۱۲۰ ج ۲

کی آیت "وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ"[1] اور اس جیسے دیگر نصوص سے، نیز خدا کے تعلق سے خزائن کے بارے میں اجماعی عقیدہ سے کھلا ہوا تعارض ہے۔ حالاں کہ اوپر گزر چکا ہے کہ مخالفت و تعارض کے محض وہم کی بنیاد پر ایسی عبارت کے تلفظ سے احتراز کو واجب کہا گیا ہے بلکہ دقتِ نظر سے اگر کام لیا جائے تو اس درود کے تلفظ سے بچنا زیادہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کیوں کہ دعار کے الفاظ میں تو محض وہم مخالفت پایا جاتا ہے اور یہاں صریح تعارض و تخالف ہے۔ مزید برآں یہ کہ دعار کے الفاظ میں "استواء علی العرش" جیسے متشابہ نصوص سے یک گونہ مشابہت ہے جس سے دعار کا معاملہ الجھا ہوا ہو جاتا ہے۔

مگر اس درود کے بارے میں ایسی کوئی بات بھی نہیں کہی جا سکتی۔ فقہی نقطۂ نظر سامنے آجانے کے بعد اس درود کے حدیث سے ثبوت اور اس کی سند کی حیثیت کا پتہ لگانا بھی بے محل نہ ہوگا۔

"درود" کی سند اور اس کے ثبوت پر کلام

حدیث کی مشہور کتاب کنز العمال[2] میں طبرانی و دیلمی کے حوالہ سے ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک اعرابی پر نبی اکرم کے سامنے سرقہ کی تہمت لگائی گئی اس پر دیہاتی نے مذکورہ "درود" کے الفاظ کہہ کر خدا سے اپنی برارت کے لئے دعار کی اور اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا۔ اس طرح یہ حدیث (۹) تقریری ہوئی۔ اس حدیث کی حیثیت اور معیار کو معلوم کرنے کے لئے سب سے پہلے یہ چیز قابلِ توجہ ہے کہ یہ حدیث کنز العمال کے اُس حصہ میں ہے جس کے بارے میں خود مؤلف نے بے اعتمادی ظاہر کی ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ مؤلفِ کتاب (جلال الدین سیوطیؒ) نے پہلے "جامع کبیر" جمع الجوامع تالیف کی اس کے بعد خود ہی اس کی تلخیص "جامع صغیر" کے نام سے کی اور اس کے خطبہ میں صراحت کر دی

---

[1] اسی مضمون کے اندر دعار کے ضمن میں جو فقہار کے اقوال ذکر کئے گئے ہیں ان پر دوبارہ نظر ڈال لی جائے تو بہتر ہوگا۔ [2] پارہ ۱۴ سورہ نحل کی آیت ۹۶۔

[3] کنز العمال طبع جدید خورد ساز ص ۱۷۹ ج ۲ حدیث ۳۸۲۴ و طبع قدیم کلاں ساز ص ۲۱۹ ج ۱ حدیث ۳۸۲۴ مطبوعہ حیدر آباد۔

بالغث فی تحویل التخریج فترکت القشر واخذت اللباب وصنته عما تفرد به وضاع اوکذاب[1]

صاحب کتاب کے خط کشیدہ جملوں سے بطور مفہوم مخالف (اگرچہ مفہوم مخالف عند الاحناف نصوص میں حجت نہیں ہے مگر فقہا کی عبارات میں تو شائع و ذائع ہے اور سیوطیؒ تو شافعی ہیں) یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ جامع صغیر و زوائد کے مجموعہ کے علاوہ جامع کبیر کی تمام احادیث "قشر" کا مصداق نیز "وضاع و کذاب" کے تفرد کا نمونہ ہیں۔ برسبیل تنزل اس کا امکان تو ماننا ہی پڑے گا۔ یہ ظاہر ہی ہے کہ مذکورہ حدیث "جامع صغیر و زوائد" میں موجود نہیں ہے بلکہ اس کے ماسوا سے ماخوذ ہے۔ اس پر مستزاد یہ امر کہ یہ روایت دیلمی کے حوالہ سے ذکر کی گئی ہے۔ جس کے بارے میں سیوطیؒ نے مقدمہ میں یہی صراحت کردی ہے کل ما عزی..... الدیلمی فہو ضعیف فیستغنی بالعزو الیہا اولی بعضہا عن بیان ضعفہ[2] یعنی دیلمی کی طرف کسی روایت کی نسبت کرنا ہی ضعف کے لئے کافی ہے۔ سیوطیؒ کے بعد۔ اس فرق مراتب کو باقی رکھنے کی غرض سے مبوب کتاب (علی متقی ہندی رحمہ اللہ) نے کتاب کو مختلف حیثیتوں میں تقسیم کر کے مرتب کیا جس کی وجہ علی متقیؒ کے الفاظ میں یہ ہے:۔ ومقصودی من ہذا التمییز ان المؤلف (السیوطیؒ) ذکر ان الاحادیث التی فی الجامع الصغیر وذوائدہ اصح واخصر وابعد من التکرار[3] مزید برآں سب سے زیادہ اہم اور تعجب خیز یہ واقعہ ہے کہ خود سیوطیؒ نے ہی اپنی معروف کتاب "ذیل اللآلی" میں اسی حدیث کو موضوعات میں شمار کیا ہے اور اس کے ایک راوی "سعید بن موسیٰ" کے

[1] کنز العمال طبع جدید ص ۴ ج ۱

[2] کنز العمال طبع جدید ص ۸ ج ۱

[3] مقدمہ کنز العمال طبع جدید ص ۳ ج ۱

بارے میں لکھا ہے :۔ سعید بن موسیٰ الازدی یضع الحدیث [1] تفصیل کے لئے مذکورہ کتاب دیکھئے۔ دیگر ماہرین جرح و تعدیل بھی سعید کے بارے میں سیوطیؒ کے ہمنوا ہیں چنانچہ اس کے بارے میں "کشف الاحوال فی نقد الرجال" [2] نامی کتاب میں لکھا ہے :۔ سعید بن موسیٰ الازدی اتہمہ ابن حبان بوضع الحدیث [3] ان حضرات کے علاوہ اس بحر کے مشہور غواص حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی سعید کے بارے میں یہی رائے ظاہر کی :۔ اتہمہ ابن حبان بالوضع [4] حافظؒ نے آگے چل کر اس شخص کی ایسی کئی حدیثیں بیان کرکے لکھا ہے وذکر حدیثا طویلا موضوعا [5] حافظؒ کا اشارہ بظاہر اسی درود والی حدیث کی طرف معلوم ہوتا ہے کیوں کہ یہ طویل بھی ہے۔ اس کے بعد پھر حافظؒ نے ایک اور شخص (سلیمان) کے ترجمہ کے ذیل میں "سعید" پر یہ ریمارک کیا :۔ قال الخطیب سعید مجہول [5]
مذکورہ بالا تفصیلات کی روشنی میں اس حدیث کی حیثیت پوری طرح واضح ہو کر سامنے آگئی اس صورت میں ایسی حدیث سے استدلال کرکے مضمون ادا کرنا جو نصوص قطعیہ سے ٹکراتا ہو کیوں کر درست ہو سکتا ہے! والعلم عند اللہ

---

[1] ذیل اللآلی مطبوعہ علوی پریس لکھنؤ ص ۱۰۳

[2] کشف الاحوال ص ۴۷

[3] لسان المیزان ص ۴۴ ج ۳

[4] لسان المیزان ص ۴۵ ج ۳

[5] لسان المیزان ص ۹۳ ج ۳